فتاویٰ امن پوری (قسط ۱۹۶)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: مندرجہ ذیل روایت کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

❀ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

بَيْنَمَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ فِي الْمَسْجِدِ، إِذْ دَخَلَتِ امْرَأَةٌ مِنْ مُزَيْنَةَ تَرْفُلُ فِي زِينَةٍ لَهَا فِي الْمَسْجِدِ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : يَا أَيُّهَا النَّاسُ انْهَوْا نِسَائَكُمْ عَنْ لُبْسِ الزِّينَةِ، وَالتَّبَخْتُرِ فِي الْمَسْجِدِ، فَإِنَّ بَنِي إِسْرَائِيلَ لَمْ يُلْعَنُوا حَتّٰى لَبِسَ نِسَاؤُهُمُ الزِّينَةَ، وَتَبَخْتَرْنَ فِي الْمَسَاجِدِ .

''ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ مسجد میں تشریف فرما تھے کہ مزینہ قبیلہ کی ایک عورت، جس نے زیب وزینت کی ہوئی تھی، اتراتی ہوئی مسجد میں داخل ہوئی، تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: لوگو! اپنی عورتوں کو مسجد میں زیب وزینت کرنے اور (مسجد میں) اترا کر چلنے سے منع کریں، کیونکہ بنی اسرائیل والوں پر لعنت اسی وجہ سے کی گئی کہ ان کی عورتوں نے زیب وزینت کی اور مسجدوں میں تکبرانہ چال میں چلنے لگیں۔''

(سنن ابن ماجہ: 4001)

(جواب): سند سخت ضعیف ہے۔

① موسیٰ بن عبیدہ ربذی ''ضعیف ومنکر الحدیث'' ہے۔

۞ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ضَعِيفٌ عِنْدَ الْأَكْثَرِينَ .

''اکثر محدثین کے نزدیک ضعیف ہے۔''

(تفسير ابن كثير : 80/5)

۞ علامہ ابناسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ضَعَّفَهُ الْجُمْهُورُ .

''اسے جمہور نے ضعیف قرار دیا ہے۔''

(الشّذا الفياح في علوم ابن الصّلاح : 508/2)

② داود بن مدرک ''مجہول'' ہے۔

(المجرد في أسماء رجال ابن ماجه للذّهبي : 865، تقريب التّهذيب لابن حجر : 1818)

۞ حافظ بوصیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا إِسْنَادٌ ضَعِيفٌ .

''یہ سند ضعیف ہے۔''

(مِصباح الزُّجاجة : 181/4)

(سوال): مندرجہ ذیل روایت کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

۞ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

إِنَّ أَسْمَاءَ بِنْتَ أَبِي بَكْرٍ، دَخَلَتْ عَلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ وَعَلَيْهَا ثِيَابٌ رِقَاقٌ، فَأَعْرَضَ عَنْهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَقَالَ : يَا أَسْمَاءُ، إِنَّ الْمَرْأَةَ إِذَا بَلَغَتِ الْمَحِيضَ لَمْ تَصْلُحْ أَنْ يُرٰى مِنْهَا إِلَّا هٰذَا وَهٰذَا وَأَشَارَ إِلٰى وَجْهِهٖ وَكَفَّيْهِ .

''سیدہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں، انہوں نے باریک کپڑا پہنا ہوا تھا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے منہ پھیر لیا اور فرمایا: اسماء! جب عورت بالغ ہو جائے، تو (غیر محرم کے سامنے) اس کے جسم میں سے صرف چہرہ اور ہتھیلیاں ہی نظر آنی چاہییں۔''

(سنن أبي داود : 4104)

جواب: سند ضعیف و مرسل ہے۔

① سعید بن بشیر ازدی ضعیف ہے۔

② قتادہ بن دعامہ کا عنعنہ ہے۔

③ سعید بن بشیر نے قتادہ سے منسوب منکر روایات بیان کی ہیں۔

❁ محمد بن عبداللہ بن نمیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

يَرْوِي عَنْ قَتَادَةَ الْمُنْكَرَاتِ .

''سعید بن بشیر نے قتادہ سے منسوب منکر روایات بیان کی ہیں۔''

(الجرح والتّعديل لابن أبي حاتم : 7/4، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ تقریبا اسی طرح کی بات امام ابن حبان رحمہ اللہ نے بھی کی ہے۔

(كتاب المَجروحين :319/1)

④ ولید بن مسلم ''تدلیس تسویہ'' کے مرتکب ہیں، سماع بالتسلسل چاہیے۔

⑤ خالد بن دُریک نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا زمانہ نہیں پایا، لہٰذا مرسل ہے۔

✿ امام ابوداود رحمہ اللہ خود فرماتے ہیں:

هٰذَا مُرْسَلٌ، خَالِدُ بْنُ دُرَيْكٍ لَمْ يُدْرِكْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا .

''یہ حدیث مرسل ہے۔ خالد بن دریک نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا زمانہ نہیں پایا۔''

سوال: مندرجہ ذیل روایت کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

✿ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

دَخَلَتْ عَلَيَّ ابْنَةُ أَخِي لِأُمِّي عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الطُّفَيْلِ مُزَيْنَةُ، فَدَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَعْرَضَ، فَقَالَتْ عَائِشَةُ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّهَا ابْنَةُ أَخِي وَجَارِيَةٌ، فَقَالَ : إِذَا عَرَكَتِ الْمَرْأَةُ لَمْ يَحِلَّ لَهَا أَنْ تُظْهِرَ إِلَّا وَجْهَهَا، وَإِلَّا مَا دُونَ هٰذَا ....

''میرے اخیافی بھائی عبداللہ بن طفیل رضی اللہ عنہ کی بیٹی مزینہ میرے پاس آئی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، تو آپ نے منہ پھیر لیا، عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: اللہ کے رسول! یہ میرے بھائی کی بیٹی ہے اور ہے بھی بچی۔ فرمایا: جب بچی جوان ہو جائے، تو اس کے لیے (غیر محرم کے سامنے) اپنے جسم میں سے صرف چہرہ اور ہتھیلیاں ہی ظاہر کرنا جائز ہیں۔''

(تفسیر الطّبري : 260/17)

جواب: سند ضعیف و منقطع ہے۔

① ابن جریج مدلس ہیں، سماع کی تصریح نہیں کی۔

② ابن جریج نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا زمانہ نہیں پایا۔

③ حسین بن داود مصیصی معروف بہ ''سنید'' ضعیف ہے۔

④ امام طبری رحمہ اللہ کا استاذ القاسم بن حسن ''غیر معروف'' ہے، اس کی توثیق ثابت نہیں۔

سوال: کیا وارث بننے کے لیے بلوغت شرط ہے؟

جواب: وارث بننے کے لیے بلوغت شرط نہیں۔

سوال: مندرجہ ذیل روایت کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

❀ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

لَيْسَ لِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ في الْخُرُوجِ إِلَّا مُضْطَرَّةً يَعْنِي؛ لَيْسَ لَهَا خَادِمٌ۔ إِلَّا في الْعِيدَيْنِ؛ الْأَضْحٰى وَالْفِطْرِ، وَلَيْسَ لَهُمْ نَصِيبٌ فِي الطُّرُقِ إِلَّا الْحَوَاشِي .

''عورتوں کے لیے گھر سے باہر نکلنا جائز نہیں، مگر مجبور عورت کے لیے، جس کا خادم نہ ہو۔ البتہ عیدین عید الاضحیٰ اور عید الفطر کے لیے نکل سکتی ہیں۔ نیز راستے میں ایک طرف ہو کر چلیں گی۔''

(المعجم الكبير للطبراني :13871)

جواب: سند سخت ضعیف ہے۔

① سوار بن مصعب ''ضعیف ومتروک'' ہے۔

② عطیہ بن سعد عوفی جمہور کے نزدیک ضعیف ہے۔

(تَهذيب الأسماء واللّغات للنووي : 48/1، طَرح التّثريب للعِراقي : 42/3، مَجمع الزّوائد للهَيثمي : 412/10، البَدر المُنير لابن الملقّن : 463/7، عُمدة القاري

للعَيني : 250/6)

③ عطیہ عوفی مدلس ہے، سماع کی تصریح نہیں کی، نیز اس کا سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سماع ثابت نہیں۔

سوال: مندرجہ ذیل روایت کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ أَدْرَكَ رَكْعَةً مِنَ الصَّلَاةِ فَقَدْ أَدْرَكَهَا قَبْلَ أَنْ يُقِيمَ الْإِمَامُ صُلْبَهٗ .

''جو امام کے اُٹھنے سے پہلے پہلے رکوع میں شامل ہو گیا، اس نے نماز (رکعت) کو پالیا۔''

(صحیح ابن خزیمة : 1595 ، سنن الدّارقطني :346/1)

جواب: سند ضعیف و منکر ہے۔ قرہ بن عبد الرحمٰن جمہور کے نزدیک ضعیف و منکر الحدیث ہے۔

❀ حافظ سخاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قَدْ ضَعَّفَهُ الْجُمْهُورُ .

''اسے جمہور نے ضعیف قرار دیا ہے۔''

(القول البدیع : 125)

❀ علامہ ابن مفلح مقدسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ضَعَّفَهُ الْأَكْثَرُ .

''اسے اکثر محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے۔''

(الآداب الشّرعیة : 180/3)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ضَعِيفٌ اخْتُلِفَ فِيهِ .

”یہ ضعیف اور مختلف فیہ راوی ہے۔“

(التّلخيص :407/1)

سوال: مندرجہ ذیل روایت کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَيُّمَا امْرَأَةٍ اسْتَعْطَرَتْ فَمَرَّتْ عَلٰى قَوْمٍ لِيَجِدُوا مِنْ رِيحِهَا فَهِيَ زَانِيَةٌ .

”جس عورت نے خوشبو لگائی اور (اس نیت سے) لوگوں کے پاس سے گزری کہ لوگ اس کی خوشبو سونگھیں، تو وہ عورت زانیہ ہے۔“

(سنن أبي داود : 4173، سنن النّسائي : 5126، سنن التّرمذي : 2786)

جواب: اس حدیث کی سند حسن ہے۔

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ”حسن صحیح“، امام حاکم رحمہ اللہ (۳۴۹۷) نے ”صحیح الاسناد“ اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ”صحیح“ کہا ہے۔

سوال: کیا خبر واحد سے عقیدہ ثابت ہوتا ہے؟

جواب: جس حدیث کی سند صحیح اور متصل ہو، وہ حجت ہے، خواہ اس کا تعلق عقیدہ سے ہو یا عمل سے، یا فضائل سے، یا ترغیب و ترہیب سے۔

بعض کہتے ہیں کہ خبر واحد سے اعمال ثابت ہوتے ہیں، عقیدہ ثابت نہیں ہوتا۔ یہ فرق بذات خود بدعی ہے، ائمہ سلف میں سے کوئی بھی اس کا قائل نہیں رہا۔

حافظ ابن عبد البر رحمہ اللہ (٤٦٣ھ) لکھتے ہیں:

لَيْسَ فِي الْاِعْتِقَادِ كُلِّهٖ فِي صِفَاتِ اللّٰهِ وَأَسْمَائِهٖ إِلَّا مَا جَاءَ مَنْصُوصًا فِي كِتَابِ اللّٰهِ أَوْ صَحَّ عَنْ رَسُولِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ أَجْمَعَتْ عَلَيْهِ الْأُمَّةُ وَمَا جَاءَ مِنْ أَخْبَارِ الْآحَادِ فِي ذٰلِكَ كُلِّهٖ أَوْ نَحْوِهٖ يَسْلَمُ لَهٗ وَلَا يُنَاظَرُ فِيهِ .

''اللہ کے اسماء وصفات کے سمیت عقیدہ میں صرف وہی حجت ہے، جس کی وضاحت کتاب اللہ میں موجود ہو یا رسول اللہ ﷺ سے صحیح سند سے ثابت ہو یا اجماع امت سے ثابت ہو۔ عقیدے کی تمام یا کچھ مباحث میں اگر اخبار آحاد وارد ہوں، تو اسے قبول کیا جائے گا، اس (کے قبول وعدم قبول) میں بحث ومباحثہ نہیں ہوگا۔''

(جامع بيان العلم وفضله : 942/2)

نیز فرماتے ہیں:

الَّذِي نَقُولُ بِهٖ إِنَّهٗ يُوجِبُ الْعَمَلَ دُونَ الْعِلْمِ كَشَهَادَةِ الشَّاهِدَيْنِ وَالْأَرْبَعَةِ سَوَاءٌ وَعَلٰى ذٰلِكَ أَكْثَرُ أَهْلِ الْفِقْهِ وَالْأَثَرِ وَكُلُّهُمْ يَدِينُ بِخَبَرِ الْوَاحِدِ الْعَدْلِ فِي الْاِعْتِقَادَاتِ وَيُعَادٰى وَيُوَالٰى عَلَيْهَا وَيَجْعَلُهَا شَرْعًا وَدِينًا فِي مُعْتَقَدِهٖ عَلٰى ذٰلِكَ جَمَاعَةُ أَهْلِ السُّنَّةِ ....

''(خبر واحد کے بارے میں) ہمارا مؤقف یہ ہے کہ اس پر عمل کرنا واجب

ہے، لیکن یہ علم (یقینی) کا فائدہ نہیں دیتی۔ جیسے گواہی دو کی ہو یا چار کی، ہوتی تو برابر ہی ہے۔ اکثر فقہا اور محدثین کا یہی موقف ہے۔ سب اہل علم عادل راوی کی خبر واحد کو عقیدہ میں حجت مانتے ہیں، اس کی وجہ سے عداوت اور محبت کرتے ہیں۔ اہل سنت کی ایک بڑی جماعت نے خبر واحد کو عقیدہ میں دین اور شریعت مانا ہے......۔''

(التّمهيد لما في الموطأ من المَعاني والأسانيد :8/1)

اس قول پر تعلیق لگاتے ہوئے علامہ عبدالسلام بن تیمیہ رحمہ اللہ (۶۵۲ھ) لکھتے ہیں:

هٰذَا الْإِجْمَاعُ الَّذِي ذَكَرَهٗ فِي خَبَرِ الْوَاحِدِ الْعَدْلِ فِي الْإِعْتِقَادَاتِ يُؤَيِّدُ قَوْلَ مَنْ يَقُولُ: إِنَّهٗ يُوجِبُ الْعِلْمَ وَإِلَّا فَمَا لَا يُفِيدُ عِلْمًا وَّلَا عَمَلًا كَيْفَ يُجْعَلُ شَرْعًا وَّدِينًا يُّوَالٰى عَلَيْهِ وَيُعَادٰى.

''علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے جو ذکر کیا ہے کہ عادل راوی کی خبر واحد کے عقائد میں حجت ہونے پر اجماع ہے، اس کی تائید اس قول سے بھی ہوتی ہے: یہ علم (یقینی) کا فائدہ بھی دیتی ہے، کیونکہ جو علم اور عمل کا فائدہ نہ دیتی ہو، اسے شرع یا دین کیسے کہا جا سکتا ہے کہ اسے محبت اور عداوت کا معیار بنایا جا سکے؟''

(المسودة في أصول الفقه، ص 245)

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

لَمْ يُفَرِّقْ هُوَ وَلَا أَحَدٌ مِنْ أَهْلِ الْحَدِيثِ الْبَتَّةَ بَيْنَ أَحَادِيثِ الْأَحْكَامِ وَأَحَادِيثِ الصِّفَاتِ، وَلَا يُعْرَفُ هٰذَا الْفَرْقُ عَنْ أَحَدٍ مِنَ الصَّحَابَةِ وَلَا عَنْ أَحَدٍ مِنَ التَّابِعِينَ، وَلَا مَنْ تَابَعَهُمْ وَلَا

عَنْ أَحَدٍ مِنْ أَئِمَّةِ الْإِسْلَامِ، وَإِنَّمَا يُعْرَفُ عَنْ رُؤُوسِ أَهْلِ الْبِدَعِ وَمَنْ تَبِعَهُمْ.

''احادیث احکام اور احادیث صفات میں نہ امام شافعی رحمہ اللہ نے کوئی فرق کیا اور نہ کسی اور محدث نے اور نہ ہی یہ فرق کسی صحابی، تابعی، تبع تابعی یا امام سے ثابت ہے، بلکہ یہ تقسیم سرخیلِ اہل بدعت اور ان کے متبعین سے ہی ملتی ہے۔''

(مختصر الصواعق المرسلة، ص 606-607)

سوال: کیا کسی چیز میں نحوست ہے؟

جواب: اس بارے میں مختلف روایات ہیں، ان کا کیا معنی ومفہوم ہے؟ ملاحظہ ہو؛

① سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّمَا الشُّؤْمُ فِي ثَلَاثَةٍ : فِي الْفَرَسِ، وَالْمَرْأَةِ، وَالدَّارِ.

''نحوست تین چیزوں میں ہے؛ گھوڑے، عورت اور گھر میں۔''

(صحيح البخاري : 2858، صحيح مسلم : 2225)

② ایک روایت ہے:

إِنْ كَانَ الشُّؤْمُ فِي شَيْءٍ فَفِي الدَّارِ، وَالْمَرْأَةِ، وَالْفَرَسِ.

''اگر کسی چیز میں نحوست ہوتی، تو گھر، عورت اور گھوڑے میں ہوتی۔''

(صحيح البخاري : 5094، صحيح مسلم : 2225)

③ سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنْ كَانَ فِي شَيْءٍ، فَفِي الْفَرَسِ وَالْمَرْأَةِ وَالْمَسْكَنِ.

''اگر کسی چیز میں نحوست ہوتی، تو گھوڑے، عورت اور گھر میں ہوتی۔''

(صحیح البخاري : 5095، صحیح مسلم : 2226)

④ سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنْ كَانَ فِي شَيْءٍ فَفِي الرَّبْعِ، وَالْخَادِمِ، وَالْفَرَسِ .

''اگر کسی چیز میں نحوست ہوتی، تو گھر، خادم اور گھوڑے میں ہوتی۔''

(صحیح مسلم : 2227)

⑤ سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

لَا عَدْوٰى وَلَا طِيَرَةَ وَلَا هَامَ، فَإِنْ تَكُ الطِّيَرَةُ فِي شَيْءٍ، فَفِي الْمَرْأَةِ وَالْفَرَسِ وَالدَّارِ .

''نہ چھوت ہے، نہ بدفالی ہے اور نہ مردہ کی کھوپڑی سے پرندہ نکلتا ہے، اگر (جاہلی اعتقاد کے مطابق) بدشگونی ہوتی، تو عورت، گھوڑے اور گھر میں ہوتی (اگر ان میں نہیں، تو کسی چیز میں نہیں ہوسکتی)۔''

(مسند الإمام أحمد : 174/1، سنن أبي داود : 3921، وسندہٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ابن حبان رحمہ اللہ (۶۱۲۷) نے ''صحیح'' کہا ہے۔

یاد رہے کہ ان احادیث میں نحوست سے مراد جاہلی عقائد والی نحوست نہیں ہے، بلکہ یہ نحوست بے برکتی اور اکتاہٹ کے معنی میں ہے۔ پہلی حدیث کے عموم سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بہر صورت گھر، عورت اور گھوڑے میں نحوست ہے، جبکہ دوسری احادیث نے پہلی حدیث کے عموم کو مقید کر دیا ہے کہ اگر کسی چیز میں نحوست ہوتی، تو ان میں ہوتی۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان میں لازمی طور پر نحوست پائی جاتی ہے۔ اس کا ہرگز یہ بھی مطلب نہیں کہ

ہر عورت، ہر گھر اور ہر گھوڑے میں نحوست ہے، بلکہ ان میں نحوست ہو بھی سکتی ہے اور نہیں بھی ہوسکتی۔ عورت میں نحوست اس صورت میں کہ وہ بد اخلاق، ناشکری اور نافرمان ہو۔ گھر میں اس طرح کہ وہ تنگ ہو یا پڑوسی برے ہوں۔ گھوڑے میں نحوست کی صورت یہ ہے کہ وہ میدان جہاد کے کام نہ آئے، یا مالک کی ضرورت پوری نہ کرے۔

سوال: ایک شخص نے حرام مال کمایا، اس کے مرنے کے بعد کیا وہ حرام مال ورثا کے لیے بھی حرام ہے؟

جواب: حرام مال صرف اس کے لیے ناجائز ہے، جس نے کمایا ہے، وارثوں کے لیے حرام نہیں، لہٰذا وارث مال استعمال کر سکتے ہیں۔

سوال: کیا امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ شیعہ تھے؟

جواب: ائمہ اسلام میں سے ایک مشہور و معروف نام محمد بن جریر طبری رحمہ اللہ ہے۔ آپ کی ولادت باسعادت 224 ہجری کو طبرستان میں ہوئی۔ آپ رحمہ اللہ جلیل القدر، رفیع الشان، سنی امام، حافظ، ثقہ اور متقن ہیں۔ دنیا آپ کو امام المفسرین کے معزز لقب سے یاد کرتی ہے۔ آپ محدث، فقیہ، مفسر، مؤرخ، لغوی اور مجتہد مطلق کی بلند شان رکھتے ہیں۔ آپ صاحبِ تصانیف ہیں اور آپ کا شمار کبار ائمہ اسلام میں ہوتا ہے۔ تفسیر قرآن کریم میں آپ کا منفرد نام ہے۔

❀ حافظ خطیب بغدادی رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) لکھتے ہیں:

''امام طبری رحمہ اللہ نے بغداد میں سکونت اختیار کی، پھر وفات تک وہیں قیام پذیر رہے۔ آپ رحمہ اللہ ان ائمہ علما میں سے تھے، جن کی رائے کے مطابق فیصلہ دیا جاتا ہے اور لوگ معرفتِ علمی کی بنا پر ان کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ آپ

بیک وقت کئی علوم کے حامل تھے، جس میں آپ کا کوئی ہم عصر اور شریک وسہیم نہیں تھا۔ آپ کتاب اللہ کے حافظ، قراءات کے عالم، معانئ قرآن پر بصیرت رکھنے والے، احکام القرآن میں فقیہ، حدیث کے صحیح وضعیف اور ناسخ ومنسوخ ہونے کے عالم، احکام اور حلال وحرام کے مسائل میں صحابہ کرام، تابعین عظام اوران کے بعدوالوں کے اقوال کی معرفت رکھنے والے اور تاریخ دان ہیں۔ آپ کی امم وملوک کی تاریخ پر مشہور کتاب ہے اور تفسیر قرآن پر ان کی کتاب جیسی کتاب کسی نے نہیں لکھی۔ آپ کی ایک اور کتاب کا نام تہذیب الآثار ہے، اس مضمون کی کوئی کتاب نہیں دیکھی گئی، لیکن آپ اسے مکمل نہیں کر پائے۔ آپ کی فقہ کے اصول وفروعات پر بے شمار کتابیں ہیں۔ آپ نے (اسلاف) فقہا کے اقوال کو اختیار کیا، نیز بہت سے منفرد مسائل بھی آپ سے محفوظ کیے گئے ہیں۔'' (تاریخ بغداد : 163/2)

امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ باتفاق علماءِ اسلام سنی مفسر اور امام ہیں۔ ان کی تفسیر اہل اسلام میں اس قدر مقبول ہے کہ ہر دور کے مسلمان قرآن فہمی کے لیے اس پر اعتماد کرتے رہے ہیں، بعد میں آنے والے مفسرین اپنی اپنی تفاسیر میں اسے بنیادی اور اساسی مصدر اور ماخذ کے طور پر استعمال کرتے آئے ہیں۔ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے اپنی شہرۂ آفاق کتاب ''تفسیر القرآن العظیم'' میں اس کا خلاصہ پیش کیا ہے۔ تفسیر ابن کثیر، ابن جریر طبری رحمہ اللہ کے ذکرِ خیر سے لبریز ہے۔

❁ امام الائمہ ابن خزیمہ رحمہ اللہ کے بارے میں حافظ ابن بالویہ محمد بن احمد الجلاب رحمہ اللہ کہتے ہیں:

قَالَ لِيْ أَبُوْ بَكْرٍ مُّحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ، يَعْنِيْ ابْنَ خُزَيْمَةَ، بَلَغَنِيْ أَنَّكَ كَتَبْتَ التَّفْسِيْرَ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ جَرِيْرٍ، قُلْتُ : بَلٰى، كَتَبْتُ التَّفْسِيْرَ عَنْهُ إِمْلَاءً، قَالَ : كَلُّهٗ ؟ قُلْتُ : نَعَمْ، قَالَ : فِي أَيِّ سَنَةٍ؟ قُلْتُ : مِنْ سَنَةِ ثَلَاثٍ وَّثَمَانِيْنَ إِلٰى سَنَةِ تِسْعِيْنَ، قَالَ : فَاسْتَعَارَهٗ مِنِّي أَبُوْ بَكْرٍ فَرَدَّهٗ بَعْدَ سِنِيْنَ، ثُمَّ قَالَ : قَدْ نَظَرْتُ فِيْهِ مِنْ أَوَّلِهٖ إِلٰى آخِرِهٖ، وَمَا أَعْلَمُ عَلٰى أَدِيْمِ الْأَرْضِ أَعْلَمَ مِنْ مُّحَمَّدِ بْنِ جَرِيْرٍ، وَلَقَدْ ظَلَمَتْهُ الْحَنَابِلَةُ .

''مجھ سے امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ نے کہا: مجھے خبر ملی ہے کہ آپ نے محمد بن جریر رحمہ اللہ سے کچھ تفسیر لکھی ہے؟ میں نے کہا: جی بالکل! میں نے ان سے تفسیر لکھی ہے۔ انہوں نے دریافت کیا: مکمل؟ میں نے کہا: جی ہاں! پوچھا: کس سن میں؟ میں نے کہا: 283ھ سے لے کر 290ھ تک۔ انہوں نے مجھ سے وہ نسخہ ادھار لیا اور کئی سال بعد واپس کیا۔ پھر انہوں نے کہا: میں نے شروع سے آخر تک پوری کتاب پڑھی ہے اور میرے علم کے مطابق روئے زمین پر محمد بن جریر طبری رحمہ اللہ سے بڑا کوئی عالم نہیں۔ یقیناً حنابلہ نے ان پر ظلم ڈھایا ہے۔''

(تاریخ بغداد للخطیب البغدادي : 163/2، وسندہٗ صحیحٌ)

البتہ اس تفسیر کو منکرین حدیث اور ملحدین و زنادقہ اپنے گلے کا کانٹا سمجھتے ہیں۔ اہل باطل قرآن کریم کی مَن پسند تفسیر کرنا چاہتے ہیں اور قرآنِ مجید کو اپنی خواہشات کی بھینٹ چڑھانا چاہتے ہیں، لیکن تفسیر طبری کے ہوتے ہوئے وہ اپنے ناکام اور مذموم مشن میں کبھی

بھی کامیاب نہیں ہو سکتے۔ان کا بُنا ہوا جال تار تار ہو جاتا ہے اور ان کی بنائی ہوئی خستہ عمارت دھڑام سے منہدم ہو جاتی ہے۔تب منکرین حدیث اوچھے ہتھکنڈوں پر اُتر آتے ہیں اور بلا دلیل وثبوت اعتراضات شروع کر دیتے ہیں۔

مشہور منکرِ حدیث، تمنا عمادی نے ایک مضمون لکھا، جس میں یہ باور کرانے کی ناکام اور مذموم کوشش کی ہے کہ امام ابن جریر رحمہ اللہ شیعہ تھے، تاکہ اہل اسلام کے دلوں میں امام ابن جریر رحمہ اللہ کی تفسیر بے نظیر کی حیثیت محو ہو جائے، ''طلوعِ اسلام'' کو یہ بات اچھی لگی تو اس پر یوں تبصرہ کر ڈالا:

> ''علامہ تمنا نے اپنے اس مضمون میں یہ ثابت کیا ہے کہ امام ابن جریر طبری در حقیقت شیعہ تھے۔اگر یہ شیعہ تھے تو آپ خود سمجھ لیجیے کہ اہل سنت والجماعت جس تفسیر اور جس تاریخ کو اتنا معتبر سمجھتے ہیں، اس کی حقیقت کیا رہ جاتی ہے اور اس بنیاد پر اٹھی ہوئی عمارتیں کس درجہ قابل اعتماد ہو سکتی ہیں۔''

(طلوعِ اسلام، ص11، 7 مئی: 1955ء)

دشمنانِ حدیث کی انتہائی کوشش ہے کہ اہل اسلام کا اس تفسیر سے اعتماد اٹھ جائے۔ یاد رہے یہ خواب کبھی شرمندۂ تعبیر نہیں ہوگا۔ان شاءاللہ!

جب بھی قرآن مجید کی تفسیر کی بات آتی ہے تو مسلمانوں کی پہلی نظر تفسیر ابن جریر پر جا پڑتی ہے۔یہ اہل اسلام اور اہل سنت والجماعت کے پاس معتبر، مستند ومسند، بنیادی اور اساسی تفسیری اثاثہ ہے، جسے اہل اسلام نے ہمیشہ اپنے ماتھے کا جھومر بنایا ہے۔اہل سنت والجماعت ہر دور میں اس پر نازاں رہے ہیں۔یہ عظیم القدر اور رفیع الشان تفسیر، اہل زیغ و شبہات کے ردّ میں سیف مسلول ہے۔

ایک مغالطہ اور اس کی حقیقت:

دراصل سنی امام محمد بن جریر بن یزید طبری رحمہ اللہ کے دور میں ان کا ایک ہم نام شخص تھا، جس کا نام بھی محمد بن جریر تھا، البتہ اس کے دادا کا نام رستم تھا۔ وہ بھی بغداد میں رہتا تھا۔ اتفاق سے اس کا سن وفات بھی وہی ہے، جو سنی امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ کا ہے۔ دونوں کی کنیت بھی ایک ہے، جس کی بنیاد پر ظالموں نے اشتباہ واقع کر دیا۔ محمد بن جریر بن رستم طبری نامی شخص کی صفات سنی امام محمد بن جریر بن یزید طبری رحمہ اللہ پر تھوپ دیں اور اس بنا پر واویلا شروع کر دیا کہ ابن جریر طبری ابوجعفر رحمہ اللہ شیعہ ہیں، حالانکہ محمد بن جریر بن رستم طبری ابوجعفر نامی شخص ناپاک رافضی شیعہ ہے۔ شیعہ کی معتبر کتابوں میں اس کا ذکر موجود ہے۔ شیعہ شنیعہ بھی یہ فرق کرتے ہیں کہ محمد بن جریر بن یزید طبری سنی امام اور محمد بن جریر بن رستم طبری دو الگ الگ شخصیتیں ہیں۔ امام محمد بن جریر بن یزید طبری رحمہ اللہ مفسر کو کسی نے شیعہ نہیں کہا۔

❀ معروف سوانح نگار، ناقد رجال حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) لکھتے ہیں:

قَدْ تَرَجَّمَهٗ أَئِمَّةُ النَّقْلِ فِي عَصْرِهٖ وَبَعْدِهٖ، فَلَمْ يَصِفُوْهُ بِذٰلِكَ، وَإِنَّمَا ضَرَّهُ الْإِشْتِرَاكُ فِي اِسْمِهٖ وَاِسْمُ أَبِيْهِ وَنَسَبِهٖ وَكُنْيَتِهٖ وَمُعَاصِرَتِهٖ وَكَثْرَةِ تَصَانِيْفِهٖ.

''ان کے ہم عصر اور ان کے بعد والے علما نے ان کے حالات زندگی قلم بند کیے ہیں، مگر کسی نے ان کو شیعہ قرار نہیں دیا۔ یہ اشتباہ ان (محمد بن جریر بن یزید طبری سنی اور محمد بن جریر بن رستم طبری رافضی) کے نام، باپ کے نام،

نسبت، کنیت، ایک زمانے اور کثرتِ تصانیف مشترک ہونے سے واقع ہوا۔''

(لسان المیزان : 5/100، 101)

❁ مؤرخِ اسلام، مفسرِ قرآن، حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (774ھ) وضو میں پاؤں پر مسح کے بارے میں لکھتے ہیں:

مِنَ الْعُلَمَاءِ مَنْ يَّزْعُمُ أَنَّ ابْنَ جَرِيرٍ اثْنَانِ؛ أَحَدُهُمَا شِيْعِيٌّ، وَإِلَيْهِ يُنْسَبُ ذٰلِكَ، وَيُنَزِّهُونَ أَبَا جَعْفَرٍ مِّنْ هٰذِهِ الصِّفَاتِ، وَالَّذِي عُوِّلَ عَلَيْهِ كَلَامُهُ فِي التَّفْسِيرِ أَنَّهُ يُوجِبُ غَسْلَ الْقَدَمَيْنِ، وَيُوجِبُ مَعَ الْغَسْلِ دَلْكَهُمَا، وَلٰكِنَّهُ عَبَّرَ عَنِ الدَّلْكِ بِالْمَسْحِ، فَلَمْ يَفْهَمْ كَثِيرٌ مِّنَ النَّاسِ مُرَادَهُ جَيِّدًا، فَنَقَلُوا عَنْهُ أَنَّهُ يُوجِبُ الْجَمْعَ بَيْنَ الْغَسْلِ وَالْمَسْحِ .

''بعض علمائے کرام کا دعویٰ ہے کہ ابن جریر نام کے دو شخص ہیں؛ ان میں ایک شیعہ ہے، جس کی طرف یہ منسوب ہے۔ اہل علم امام ابوجعفر کو ان صفات سے پاک قرار دیتے ہیں۔ (شیعہ قرار دینے والوں کی طرف سے) امام صاحب کی جس کلام کو دلیل بنایا گیا ہے، وہ یہ ہے کہ انہوں نے اپنی تفسیر میں پاؤں دھونے کو واجب قرار دیا ہے، لیکن ساتھ میں وہ پاؤں کے ملنے کو بھی واجب قرار دیتے ہیں۔ البتہ ملنے کو انہوں نے 'مسح' کے لفظ سے بیان کیا ہے اور اکثر لوگ ان کی مراد کو اچھی طرح سمجھ نہیں سکے۔ انہوں نے یہ نقل کر دیا کہ امام صاحب دھونے کے ساتھ پاؤں کا مسح کرنا بھی واجب سمجھتے ہیں (حالانکہ 'مسح' کا لفظ

رگڑنے اور ملنے کے معنیٰ میں بھی آتا ہے اور امام صاحب کی یہی مراد تھی)۔''

(البداية والنهاية : 849/14، هجر)

معلوم ہوا کہ امام طبری رحمہ اللہ کو شیعہ کہنا یا تو ناواقفیت ہے یا پھر ہٹ دھرمی۔امام ابوجعفر محمد بن جریر بن یزید بن کثیر طبری کو اہل علم جانتے ہیں۔آپ کی تفسیر ہر دور میں متداول رہی ہے۔ہر زمانے کے علما اس سے استفادہ کرتے رہے ہیں،لیکن کسی نے آپ کو شیعہ نہیں کہا۔نہ معلوم منکرین حدیث خواہ مخواہ کیوں ادھار کھائے بیٹھے ہیں؟

❁ محمد بن علی بن محمد بن سہل المعروف بہ ابن الامام کہتے ہیں:

سَمِعْتُ أَبَا جَعْفَرٍ مُحَمَّدَ بْنَ جِرِيْرٍ الطَّبْرِيَّ الْفَقِيْهَ، وَهُوَ يُكَلِّمُ الْمَعْرُوْفَ بِابْنِ صِالِحِ الْأَعْلَمِ، وَجَرٰى ذِكْرُ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ، فَجَرٰى خِطَابٌ، فَقَالَ لَهٗ مُحَمَّدُ بْنُ جِرِيْرٍ : مَنْ قَالَ : إِنَّ أَبَا بِكْرٍ وَعُمَرَ لَيْسَا بِإِمامَيْ هُدًى، أَيْش هُوَ ؟ قَالَ : مُبْتَدِعٌ، فَقَالَ لَهُ الطَّبْرِيُّ إِنْكَارًا عَلَيْهِ : مُبْتَدِعٌ، مُبْتَدِعٌ، هٰذَا يُقْتَلُ، مَنْ قَالَ : إِنَّ أَبَا بِكْرٍ وَّعُمَرَ لَيْسَا إِمَامَيْ هُدًى يُّقْتَلُ، يُقْتَلُ .

''میں نے امام ابوجعفر، محمد بن جریر، طبری، فقیہ رحمہ اللہ کو امام ابن صالح اعلم سے سیدنا علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے سنا۔بات جاری رہی، امام محمد بن جریر رحمہ اللہ نے ان سے پوچھا: جو شخص کہے کہ سیدنا ابوبکر اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہما ائمہ ہدیٰ نہیں ہیں تو اس کا کیا حکم ہے؟ انہوں نے جواب دیا: وہ بدعتی ہے۔اس پر امام طبری رحمہ اللہ نے ان کی بات کا انکار کرتے ہوئے فرمایا: وہ بدعتی تو ہے ہی، واجب القتل بھی ہے۔پھر فرمایا: جو کہے کہ سیدنا ابوبکر اور

سیدنا عمر رضی اللہ عنہما ائمہ ہدیٰ نہیں، اسے قتل کر دیا جائے، اسے قتل کر دیا جائے۔''

(تاریخ ابن عساکر: 200/52، 201، وسندہٗ صحیحٌ)

❁ امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ خود فرماتے ہیں:

أَفْضَلُ أَصْحَابِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصِّدِّيقُ أَبُو بَكْرٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، ثُمَّ الْفَارُوقُ بَعْدَهٗ عُمَرُ، ثُمَّ ذُو النُّورَيْنِ عُثْمَانُ ابْنُ عَفَّانَ، ثُمَّ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ وَإِمَامُ الْمُتَّقِينَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ، رِضْوَانُ اللّٰهِ عَلَيْهِمْ أَجْمَعِينَ .

''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سب سے فضیلت والے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ ان کے بعد عمر فاروق کا مرتبہ ہے۔ پھر سیدنا عثمان بن عفان ذوالنورین کا اور پھر امیر المومنین اور امام المتقین سیدنا علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہم اجمعین کا درجہ ہے۔''

(صریح السنۃ، ص: 23)

❁ مشہور شیعہ عالم، محمد باقر مجلسی (1111ھ) نے محمد بن جریر بن رستم طبری کے بارے میں لکھا ہے:

لَيْسَ هُوَ ابْنُ جَرِيرٍ التَّارِيخِيُّ الْمُخَالِفُ .

''یہ ابن جریر وہ نہیں، جو مؤرّخ اور شیعہ کے مخالف ہیں۔''

(بحار الأنوار: 40/1)

سوال: مندرجہ ذیل آیات کا معنی ومفہوم کیا ہے؟

❁ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿فَهَبْ لِي مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا ۞ يَرِثُنِي وَيَرِثُ مِنْ آلِ يَعْقُوبَ﴾

(مریم : 5-6).

''(زکریا علیہ السلام نے دُعا کی : اے میرے ربّ) مجھے اپنی جناب سے اولاد عطا فرما، جو میری اور آلِ یعقوب کی وارث بنے۔''

❁ ایک اور مقام پر ارشاد ہوا:

﴿وَوَرِثَ سُلَيْمَانُ دَاوُدَ﴾ (النمل : 16)

''سلیمان علیہ السلام، داوٗد علیہ السلام کے وارث بنے۔''

(جواب): ان دونوں مقامات پر انبیا کرام کی وراثت سے مراد مال و جائیداد نہیں، بلکہ علمِ نبوت اور حکمت ہے۔

❁ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (774ھ) فرماتے ہیں:

﴿يَرِثُنِي﴾ عَلٰى مِيرَاثِ النُّبُوَّةِ، وَلِهٰذَا قَالَ : ﴿وَيَرِثُ مِنْ آلِ يَعْقُوبَ﴾ (مريم : 4)، كَمَا قَالَ تَعَالٰى : ﴿وَوَرِثَ سُلَيْمَانُ دَاوُدَ﴾ (النمل : 16)، أَيْ فِي النُّبُوَّةِ، إِذْ لَوْ كَانَ فِي الْمَالِ لَمَا خَصَّهُ مِنْ بَيْنِ إِخْوَتِهِ بِذٰلِكَ، وَلَمَا كَانَ فِي الْإِخْبَارِ بِذٰلِكَ كَبِيرُ فَائِدَةٍ، إِذْ مِنَ الْمَعْلُومِ الْمُسْتَقِرِّ فِي جَمِيعِ الشَّرَائِعِ وَالْمِلَلِ أَنَّ الْوَلَدَ يَرِثُ أَبَاهُ، فَلَوْلَا أَنَّهَا وِرَاثَةٌ خَاصَّةٌ لَّمَا أَخْبَرَ بِهَا، وَكُلُّ هٰذَا يُقَرِّرُهُ وَيُثْبِتُهُ مَا صَحَّ فِي الْحَدِيثِ .

''﴿يَرِثُنِي﴾ سے مراد میراث نبوت ہے، اسی لیے فرمایا گیا: ﴿وَيَرِثُ مِنْ آلِ يَعْقُوبَ﴾ (مریم : ٤) ''وہ میرا اور آلِ یعقوب کا وارث بنے۔'' جیسا کہ

فرمانِ الٰہی ہے:﴿وَوَرِثَ سُلَيْمَانُ دَاوُدَ﴾(النمل : 16) ''سلیمان، داوٗد کے وارث بنے۔'' یہاں بھی نبوت میں وارث بننا مراد ہے۔اگر اس سے مالی وراثت مراد ہوتی،تو سیدنا داود علیہ السلام انہیں ان کے بھائیوں میں سے کیوں خاص کرتے؟ نیز مالی وراثت کی بات بتانا کوئی بڑا فائدہ نہ تھا، جبکہ تمام شریعتوں اور مذہبوں میں مسلسل یہ ریت چلی آ رہی ہے کہ باپ کی میراث میں اولاد وارث ہوتی ہے۔اگر یہ میراث خاص نہ ہوتی،تو اس کی خبر دینے کی ضرورت کیا تھی؟احادیث صحیحہ یہی پتہ دیتی ہیں۔''

(تفسير ابن كثير : 213/5، سلامة)

❀ مزید فرماتے ہیں:

''اسی موقف کو امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر میں اختیار کیا ہے۔''

(تفسير ابن كثير : 213/5، سلامة)

سوال: بیوہ نے دوسرا نکاح کر لیا،تو کیا اسے پہلے شوہر کی وراثت میں حصہ ملے گا؟

جواب: بیوہ کو ہر صورت پہلے شوہر کی وراثت میں حصہ ملے گا،خواہ وہ آگے نکاح کر لے اور خواہ وہ یکے بعد دیگرے کئی نکاح کر لے،تب بھی جتنے شوہروں کی بیوہ بنے گی،ان سے وراثت پائے گا۔

بعض علاقوں میں بیوہ اگر دوسرا نکاح کر لے،تو اسے پہلے شوہر کی وراثت سے محروم کر دیا جاتا ہے، یہ ظلم اور ناجائز عمل ہے۔